کدو چہرے پر آیا ہو — ہی ہی — آفٹر آل میں لینڈ لارڈ ہوں — اپنی پراپرٹی رہا تھا۔ پھر کرلوں گا ہی ہی — آپ آجاؤ آفٹر آل آپ کرایہ دیتے ہو — میں کرلوں گا — یوں بھی میں مغرب کی نماز پڑھنے جا رہا تھا۔

اگر انہیں شوکت گنجے سے نجات مل جائے اور اتنے مناسب کرائے پر اور میں تو انہیں اور کیا چاہیے تھا سویٹ ڈارلنگز کو۔

ویسے شوکت گنجا اپنے آپ کو شوکت ہینڈسم کہتا تھا۔

اکثر پارٹیوں پر وہ لوگوں کے مناسب حد تک مخمور ہونے کا انتظار کرتا اور چپکے سکاچ اور برانڈی وغیرہ کی بوتلیں کوٹ میں چھپا کر باہر جاتا۔ شراب ایک ایسے کین میں انڈیل لیتا جو اسی مقصد کے لئے ہمہ وقت اس کی کار میں موجود رہتا اور بوتلیں واپس لاکر ڈرنکس کی میز پر سجا دیتا اور بعد میں — ہی ہی... آپ لوگ ڈرنک کرتے ہو، ساری بوتلیں خالی کر گئے ہی ہی — اور جب وہ خود ترنگ میں نزدیک ترین لڑکی کے بازوؤں میں سے اپنا گنجا سر نکال کر کہتا — ہی ہی شوکت ہینڈسم لڑکی اکثر اوقات بے حد شاکڈ ہوتی اور کبھی کبھار اس کی بیوقوفی پر محظوظ ہو کر اس سے باتیں کرنے لگتی — اور اُسے ہینڈسم کا خطاب کس نے دیا تھا؟ — جوائے نے اس کا خیال تھا کہ ہینڈسم لوگوں میں بھی ورائٹی ہونی چاہئے اور شوکت گنجا ورائٹی کے پر ہینڈسم تھا۔

"نیوز آف دے ورلڈ — فار یُو لیڈز — " ایک کاکنی اخبار فروش نے اُن رنگ کی وجہ سے انہیں متوقع گاہک سمجھ کر نعرہ لگایا۔ ہیڈ لائن ان دنوں کی گرما گرم کے بارے میں تھی... "پیوبک ہیئر آر — نو پیوبک ہیئر" — کیا برہنہ تصاویر میں پوبک بال بھی دکھائے جا سکتے ہیں یا نہیں۔

گھر سے کل ایک تشویش ناک خط آیا تھا — مردان نے تمہارے جانے کے گھر میں کبوتر پال لئے ہیں اور سارا سارا دن کوٹھے پر شکر دوپہروں میں آسمان کو تکتا ہے۔ اس کی آنکھیں خراب ہو جائیں گی — اُسے خط کے ذریعے سمجھاؤ — چنانچہ نے مردان کو خط کے ذریعے سمجھا دیا تھا۔

پچھلے اتوار وہ دونوں پوائنٹ ٹو پوائنٹ گھڑ دوڑوں پر گئے تھے۔

نوٹنگھم سے کچھ فاصلے پر کنٹری سائڈ میں ایک دیہاتی سا میلہ تھا... مشاہد

دلچسپیوں میں گھڑ دوڑ یا کسی قسم کے جوئے کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی لیکن اس کا ایک انگریز کلاس فیلو کلارک گھڑ دوڑ کا بے حد رسیا تھا۔ اس کا ایمان تھا کہ پوائنٹ ٹو پوائنٹ ریسز میں اگر کوئی شخص حصہ نہیں لیتا تو وہ مکمل طور پر تہذیب یافتہ کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ مشاہد نے بابو سے پوچھا تو وہ کہنے لگا چلیں گے یار۔ تم ریس کھیلنا میں کسی کھیت میں بیٹھ کر اطمینان سے بینجو بجاؤں گا... کھلی فضا میں اور ایک بارش کے بعد کی سردی میں جسے نامی طور پر انگلش سمر کہا جاتا تھا ان دونوں کو فوری طور پر چھینکیں آنی شروع ہو گئیں۔ زمین اتنی گیلی تھی کہ اُن کے بوٹ اس میں دھنستے تھے اور زور لگانے پر پاؤں پہلے باہر نے لگتا تھا۔ البتہ جو ہجوم تھا وہ اپنے سنڈے بیسٹ میں تھا۔ کلارک اُن دونوں کو دھڑا دھڑ مشورے دے رہا تھا۔ میں اُن تمام کسانوں کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جن کے گھوڑے ان میں حصہ لے رہے ہیں اور ان کے جوکیز کے ساتھ تو میں روزانہ جارج پنجم شراب خانے میں بیئر پیتا ہوں... گھوڑے کو جاننے کے لئے گھوڑے کے مالک اور جوکی کو جانو ـــــ کہ میں جانتا ہوں اس لئے صرف میرے مشورے پر عمل کرو اور سفید ٹانگوں والے گھوڑے پر ـــ یا شاید وہ تو گھوڑی ہے تو گھوڑی پر دل کھول کر رقم لگا دو ـــ جیتے گی۔

پچھلے پہر جب وہ نوٹنگھم واپس آئے تو بابو اُن تینوں میں متمول ترین شخص تھا۔ کلارک کو یہ شائبہ سا تھا کہ وہ کچھ رقم جیتا ہے اور مشاہد اگرچہ کلارک کے نظریئے کے مطابق اپنے آپ کو ایک مکمل تہذیب یافتہ شخص ثابت کرنے میں کامیاب تو ہو گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی پورے مہینے کا خرچہ جو ابھی کل ہی ڈرافٹ کی صورت میں گھر والے روانہ کیا تھا سفید ٹانگوں والے گھوڑے یا گھوڑی پر ہار چکا تھا۔ بابو ان تینوں میں متمول ترین شخص اس لئے تھا کہ اُس کی جیب میں وہی پندرہ پاؤنڈ محفوظ پڑے تھے جن کے ساتھ وہ اِن دوڑوں میں داخل ہوا تھا۔ اُس نے کلارک کی گارنٹی کے باوجود ایک پینی بھی ان دیہاتی گھوڑوں پر لگانے سے انکار کر دیا تھا جو شکل سے ریس کے گھوڑوں کی بجائے بار بردار خچر لگتے تھے... وہ تمام وقت ریس کے میدان سے پرے ایک کھیت کے کنارے تنہائی میں اپنے بینجو سے لطف اندوز ہوتا رہا تھا...

رابن ہڈ کاسل کی قربت میں پہنچ کر انہوں نے اپنے پائپ صاف کئے اور انہیں اپنی ہتھیلیوں میں سنبھال لیا کیونکہ ان کی کافی نمائش ہو چکی تھی اور ان کے ہاتھ اتنی

دیر فضا میں معلق رہنے کی وجہ سے دُکھنے کو آ رہے تھے۔ بابو نے جو ایک اضطراب لئے بہت دیر سے بے چین تھا سگرٹ سلگایا اور ایک گہرا سانس لے کر دھواں چہرے پر چھوڑ دیا...

"افریقی بچے یہ مت کرو —" اس نے ناک چڑھا کر چہرے کے آ چلائی۔

"سوری بابا —"

وہ پھر چلنے لگے۔

کیا شاندار دن تھا۔

اگرچہ ہوا میں ایک بے آرام خنکی تھی اور دھوپ چینی لڑکیوں کے سلائی کی طرح مشکل سے کھلتی تھی اور بے شکل بادل بے رنگ آسمان پر کہیں کہیں لیکن اس کے باوجود — کیا شاندار دن تھا — یہ انگلش سمر تھی اس لئے —! لَوِلی — اور فش اینڈ چپس میں تلی ہوئی سمر تھی اس لئے — لَوِلی۔

تب محمد مقدس علی بے حد ناراض ہوا تھا۔

مائی فرینڈ آپ نے ہمارا بے عزتی کر دیا۔ کوکی کے سامنے بولا کہ مقدس بیوی بچہ کا فوٹو دکھاؤ۔

تو اس میں حرج ہی کیا ہے مقدس؟

بہت سخت حرج ہے ناں مائی فرینڈ — ہمارا بی بی پردہ کرتا ہے تو اس کا فو محرم کو نہیں دکھا سکتا۔ آپ تو بھائی ہے ہر کسی کو نہیں دکھا سکتا۔

جب بھی اُسے وقت ملتا۔ کلاس میں، بس سٹاپ پر، کھانا کھاتے ہوئے، ایک آدھ لمحہ بھی میسر ہوتا تو وہ فوراً جیب میں سے بٹوہ نکالتا اور اپنی بیوی اور بچے نکال کر آنکھوں کے سامنے کر لیتا اور اس تصویر میں کوئی ایسی روشنی تھی کہ اس دینے لگتا جیسے اندھیری شب میں وہ دیوار پر رکھے جلتے چراغوں پر جھک گیا ہو — ہم نے بوہوت غلتی کیا جو ادھر ایڈمشن لیا اور اپنا بیوی بچہ اور بابا کو چھوڑ کر اِدھ مشاہد علی یہ بہت ٹھنڈا اور کھراب ملک ہے مائی فرینڈ...اِدھر تو آئی ایم پھرو جن ود ادھر ہم چھوٹا مینجر تھائی اسٹیٹ پر —

"نہیں —" مشاہد حیرت سے کہتا —

یس مائی فرینڈ۔ ہم نے لالچ کیا کہ ادھر ٹیکسٹائل کرے گا اور پھر کھلنا میں بڑا افسر لگ جائے گا۔ بوہت گلتی کیا — تم واپس جائے گا ناں یسٹ میں تو پھر امارا ایسٹ میں آنا سلٹ میں —

تم بھی ہمارے ویسٹ میں آنا مقدس — مشاہد کی یہ دعوت دل کی گہرائی سے برآمد نہ ہوتی کیونکہ کوکی کے مقابلے میں مقدس بہت ڈل کمپنی تھا اور اس کی گفتگو ہر دو چار منٹ کے بعد امارا بیوی بچہ اور بابا کی کہانیوں کی طرف چلی جاتی...

آئے گا مشاہد علی — اپنے بابا کو بھی لائے گا۔ وہ بہت خوش ہو گا اور بادشاہ مسجد میں نماز کے لئے جائے گا... لیکن مائی فرینڈ ہم نے بوہوت گلتی کیا اپنا بیوی بچہ چھوڑا اور ادھر آگیا — ہم واپس جائے گا۔

کورس مکمل نہیں کرو گے؟

وہ بھی کرے گا۔ بابا نے پراپرٹی بیچا اور میرے لئے ادھر کا ٹکٹ خریدا... لیکن ہم نے گلتی کیا... ہم واپس جائے گا...

محمد مقدس علی نے روپیٹ کر بمشکل ایک برس نکالا اور پھر کورس ادھورا چھوڑ کر اپنے بیوی بچہ اور بابا کو سدھار گیا۔

اور کوکی۔

انہیں دنوں ایک رات بارہ بجے کے آس پاس کوکی نے اسے سوتے میں اُٹھا دیا تھا... اُس کے ہونٹ لٹکے ہوئے تھے اور وہ سخت پریشانی میں مبتلا دکھائی دیتا تھا — یار برجنمی ہو گئی ہے مجھے چالیس پاؤنڈ کی ضرورت پڑ گئی ہے... اگلے ہفتے لوٹا دوں گا... چلو ٹھیک ہے پرسوں ہی بندوبست کردوں گا — میرے تین سو پاؤنڈ مڈلینڈ بنک میں پڑے ہیں لیکن چیک بک گم ہو گئی ہے — مشاہد کو بہت بعد میں خیال آیا کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اُس کے نام چالیس پاؤنڈ کا ڈرافٹ آتا ہے — اور اس روز پہلی ستمبر تھی۔

اور اس رات بارہ بجے کے آس پاس کے بعد — اس کی ملاقات کوکی سے ہوئی کئی برسوں کے بعد — اتفاقاً — میکلوڈ روڈ کراچی پر — جب کہ اس کا جرمن فوج کی طرح برق وردی اور گولڈن پی کیپ میں ملبوس پاکستانی ڈرائیور اس کے لئے جھک کر بینز 1100 کا دروازہ کھول رہا تھا اور مشاہد کسی رکشے کے انتظار میں کھڑا تھا اور پہلی نظر نے اسے جھپا مارتے ہوئے کہی تھی وہ یہ تھی کہ سوری مشیل پانچ سات برس

دیر ہو گئی ہے لیکن تمہارے چالیس پاؤنڈ میری طرف ڈیو ہیں — یار بڑی خوشی
سے مل کر — اور اُس کے چہرے پر تلاش کرنے سے بھی کہیں ذرہ برابر شرمندگی
ملتی تھی... تم میرے ساتھ میرے بنگلے پر چلو گے، وہیں ٹھہرو گے اور بھابھی سے ملو
اور یہ ایک اور بھابھی ہے اور یہ بھی جرمن ہے... اور ذرا اپنی زبان قابو میں رکھنا
یار — لیکن یہ تو بہت دنوں بعد کا قصہ ہے — البتہ غائب ہونے سے پیشتر وہ
"ٹریننگ" مکمل کر گیا تھا۔

اگر تمہیں بال روم ڈانسنگ پر عبور حاصل نہیں ہے تو انگلینڈ میں تمہارا
تاریک ہے —

"ڈانسنگ؟ کوکی میں ہر شے کر لوں گا لیکن ناچا نہیں بنوں گا — ہم کسان
ہیں اور ہمارے ہاں رقص و سرود کو بے حد معیوب گردانا جاتا ہے اور اسے میراثی
جاتا ہے —

"مائی ڈیئر مشیل یہ رقص و سرود نہیں ہے — والز ہے۔ کوئک سٹیپ اور
این رول ہے... اور ٹینگو ہے — اگر تم ٹینگو نہیں کر سکتے تو تم ایک مکمل طور پر
یافتہ انسان نہیں کہلا سکتے۔"

انسان کو مکمل تہذیب یافتہ کہلانے کے لئے کیا کیا بکھیڑے کرنے پڑتے ہیں۔
اور اب ہم ٹینگو کر سکتے ہیں اور پیلس سینما کے بالائی ہال میں واقع وکٹر سل
سکول آف ڈانسنگ کے عین نیچے سے گذر رہے ہیں — میں اور ہندو بچہ — چالیس
برس پیشتر کرک براؤن نامی دبلا اور گیلے ہونٹوں والا انسٹرکٹر اور ایک موٹی سکاٹ
انیجی — اور ہال میں نصب سپیکروں پر دی آنا والز کے گھسے ہوئے ریکارڈ کی زکام
ناک میں سے نکلتی موسیقی — اور ون ٹو تھری اینڈ ون ٹو — ونس اگین — والز، کوئک
سٹیپ اور چاچا... چا... نسبتاً آسان تھے۔ ٹینگو ایک فوجی مشق کی طرح نپا تلا اور انتہائی
قسم کا رقص تھا بلکہ مشقت تھی... قدم اس طرح رکھنا پڑتا تھا جیسے آپ کسی
سُرنگوں کے علاقے میں چل رہے ہوں... ٹینگو سکھاتے ہوئے کرک اسے جب
تو ضرورت سے زیادہ قریب آ جاتا اور اسے مسلسل بھینچتا رہتا... وہ یقیناً گے تھا۔

وُڈ یُو لائک ٹُو ٹینگو؟

آئی لَو ٹُو —

یاد کرو گے یاد کرو گے اک دن ہم کو یاد کرو گے — ٹینگو کی اس دھن پر تم کس
ں کو یاد کرو گے مشاہد علی —
کس کس کو یاد کرو گے —
دو بیگھہ زمین اور سمور کا کوٹ —
مُحبت اور دلدل کے کچے اور عارضی رشتے —
زیرو پلس زیرو — از ایکل ٹُو زِیرو —
ہُو کیئرز اباؤٹ — پاکستان
آئی مشاہد علی — کیئر اباؤٹ پاکستان —
انگلستان میں اتنے برسوں سے کس کس کو یاد کرو گے؟

جان آزبورن کا "لُک بیک ان اینگر" — "ہاؤس بوٹ" میں کیری گرانٹ — ارنس ہاردے کے لئے "روم ایٹ دے ٹاپ" — "ورلڈ آف سوزی وانگ" — الڈو کی "سٹریٹ کار نیمڈ ڈیزائر" یا الزبتھ ٹیلر "کیٹ آن اے ہاٹ ٹن رُوف" یا پھر جیمز ین کا "ریبل ودآؤٹ اے کاز —"

ہاں کس کس کو یاد کرو گے مشاہد علی — ایلوس پریسلے اور کلف رچرڈز اور الازجیرلڈ...

اور نوجوان نسل کے کمروں کی دیواروں پر چسپاں پوسٹر — ایسے چہروں کے جو اُس بے سمت معاشرے میں ایک سمت رکھتے تھے — ہو چی منہ۔ ماؤزے تنگ۔ اور چے... چے گویرا — وہ اُس بڑھی ہوئی داڑھی کے ساتھ کس افق پر نظریں جمائے ئے ہے — اُسے کیا دکھائی دے رہا ہے یا وہ دیکھنا چاہتا ہے اور دکھائی نہیں دیتا —

لیڈ میں اُن لاکھوں اتحادی سپاہیوں میں سے ایک تھا جو ڈنکرک میں شکست کھا کر منوں کی اندھا دھند گولہ باری میں کشتیوں اور سٹیمرز کی مدد سے بھاگ کر واپس اپنے یرے میں آئے تھے۔ میرے بوٹ کاٹ کر الگ کئے گئے تھے اور جرابوں کے ساتھ میرا نت بھی اُتر گیا تھا — تم نے لنڈن بلز نہیں دیکھی — وار از اے ڈرٹی گیم مائی ڈیئر۔

بکیتا خروشچوف — اپنی تصویروں کی نسبت زیادہ سوبر لگتا تھا۔

رکویان — ہمہ وقت خروشچوف کی جانب دیکھتا تھا اور اس کی سیاہ مونچھیں اُس لبوں کی لرزش سے لرزتی تھیں۔

بلگانن — بہت بھاری اور وسیع تن و توش کا مالک، غصے پر قابو پاتا ہوا۔
اور یہ تینوں کریملن کے وسیع جگ مگ کرتے بینکوٹ ہال میں مشاہد
بیٹھے جیسے صرف اسے نگاہ میں رکھتے تھے — یو ٹو بروٹس — نہیں نہیں
جاسوس جہاز — بڈابیر پشاور سے اور ایک سرخ دائرہ ایٹمی حملے کے لئے
خروشچوف نے یوتھ فیسٹول کے لئے آئے ہوئے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے
گلاس اٹھایا تو جیسے اس نے صرف مشاہد کو ٹوسٹ کیا" یو ٹو مشاہد —"

ہو کیئرز اباوٹ پاکستان —

آئی — مشاہد علی —

برلن ۵۹ء — کرفرسٹن ڈام کے آخر میں قیصر ولیم میموریل چرچ کا
ڈھانچہ۔

لاہور ۴۷ء — شاہ عالمی چوک میں آگ سے بچا ہوا ایک مندر — ٹوٹا
جو کبھی سنہری ہوا کرتا تھا۔

برلن ۵۹ء — ابھی دیوار نہیں اٹھائی گئی تھی — مشرقی برلن کا بیشتر حصہ
کھنڈر تھا۔ مارشل ذوخوف کی بھاری توپوں کی دھمک ابھی ملبے میں تھی اور کیا یہی
سننے کے لئے بوڑھے جرمن ایک ایک اینٹ اٹھا کر اسے کانوں سے لگاتے تھے یا
مسمار شدہ مدفون گھروں کو تلاش کرتے تھے۔ وہ مسلسل ان کھنڈروں کو کریدتے
تھے۔ یہ کھنڈر اپنے قرابت دار شاہ عالمی کے کھنڈروں کی طرح صرف خاک اور
تھے، اس راکھ میں بارود کی چنگاریاں ابھی موجود تھیں۔ اتحادیوں کے گرائے ہوئے
بموں میں سے کوئی ایک جس کی نیند پوری ہو جاتی اٹھتا اور کھنڈر کے ملبے کو سر پر
بلندی پر لے جاتا اور اُس کے دھماکے سے کھنڈر کریدنے والے ذرا دہلتے اور ذرا
کرتے کہ دھول بیٹھ جائے اور پھر کھودنے کریدنے میں مصروف ہو جاتے۔

مشاہد اُرسلا کے لئے برلن گیا تھا۔

ہاں، اس نے زیرو پلس زیرو والی رات کو اگرچہ یہی کہا تھا کہ تم ایک
بیوقوف اور زیرو لڑکے ہو اور میں تمہیں پسند نہیں کرتی لیکن اُرسلا کو یہ گہری سیاہ آ
والا مشرقی طلسم ڈس چکا تھا... انگریزی زبان کا کورس مکمل کرنے پر وہ واپس برلن
اور وہاں پہنچ کر اسے پھر شدت سے احساس ہوا کہ مشرقی مثیل کے کاٹے کا کوئی علاج

اور اس نے اُسے کہاں کہاں نہیں کاٹا تھا — وہ اپنی بیشتر شامیں اسے طویل درخواست گزار قسم کے خط لکھنے میں گزارتی اور اپنی قلیل تنخواہ میں سے مہینے کے پہلے دس دن روزانہ پھولوں کا ایک گُل دستہ روانہ کرتی اور گیارہویں دن اس کی پُونجی تمام ہو جاتی۔

چنانچہ سمر ۵۹ء — مشاہد برلن میں تھا۔

اُرسلا ایک تعمیراتی ادارے میں سٹینو ٹائپسٹ کے طور پر کام کرتی تھی۔ وہ اپنے وقت پر بیدار ہو کر، سوئے ہوئے مشاہد کو انفیدا ذین کا ایک طویل اور غیر جذباتی بوسہ دے کر دفتر چلی جاتی۔ مشاہد جب بھی بیدار ہوتا ڈبل روٹی اور دودھ کی ایک بوتل اُٹھا کر فلیٹ کے سامنے کھنڈروں میں چلا جاتا — دنیا میں جتنے بھی کھنڈر انسان کے ہاتھوں سے وجود میں آتے ہیں اُن کی شکل اور بلندی اور ویرانی ایک جیسی ہوتی ہے... اُن کی راکھ چہرے کو تلاش کرتی ہے — برلن ہو یا لاہور — پتہ نہیں وہ کہاں تھا۔ کئی روز تک لاہور کے آسمان کو جس آگ نے سرخ کئے رکھا تھا اس کے کھنڈر بھی یہی تھے — تمام کھنڈر ایک دوسرے کی فوٹو سٹیٹ ہوتے ہیں۔ جلے ہوئے ہی کھاتے۔ کتابوں اور کپڑوں کے پَر کٹے سیاہ پرندے جب اڑتے ہیں تو لاہور اور برلن کا آسمان ایک ہوتا ہے —

قدیم رہائش گاہیں، حویلیاں، عبادت گاہوں اور دوکانیں کہیں بھی ہو سکتی ہیں۔

برلن میں بھی ایسے دروازے اور کھڑکیاں تھیں جن میں صرف آسمان تھا... اُن کے عقب میں کچھ نہ تھا — ایک فلمی سیٹ کی طرح — تم ہندو ہو بندر رام تو ہندوستان کیوں نہیں جاتے — آر یُو آل رائٹ مشیل؟

ہاں — بالکل

تم بار بار اپنے چہرے کو پونچھ رہے ہو —

شائد مجھے پسینہ آ رہا ہے — دیٹس آل۔

اس نے رومال کو غور سے دیکھا... اس پر کوئی ذرّہ یا سیاہ نشان نہ تھا اور اُسے محسوس ہوا تھا کہ ذرّہ ذرّہ — جیسے اوس شائبہ شائبہ چہرے پر اُترتی ہے وہ — راکھ تھی... لیکن رومال پر کوئی ذرّہ یا سیاہ نشان نہ تھا۔

"اوہ کرائسٹ —" بابو اتنا پُر مسرت ہوا کہ بلبلا اٹھا اور وہ مشاہد کا بازو اتنی قوت سے جھنجھوڑ رہا تھا کہ وہ برلن سے فوراً واپس آ گیا اور اس نے صرف گھور کر دیکھا۔ بابو

نے شرمندہ ہو کر بازو چھوڑ دیا" بابا ادھر دیکھو — ایلوس پرسلے"

ایلوس دے پیلوس پہلے سے کمزور نظر آتا تھا اور ذرا سا ئم ڈھینگ ہو چکا تھا کریم سے اپنی جگہ پر جمے ہوئے چمکیلے لمبے بالوں اور کانوں سے نیچے اُترتی لٹکتی ہوئی بر ایسی سائڈ برنز کی بجائے وہاں اس کے سر پر ایک امریکی طرز کا کروکٹ تھا۔ جنگل کٹ اور اب وہاں صرف چھدری گھاس تھی۔ ایلوس اُن سے نظریں بظاہر چراتا ہوا شوکیس میں جھانک رہا تھا۔

"ہائے ایلوس —" بابو نے اس کی پشت پر کھڑے ہو کر نعرہ لگایا اور وہ پلٹ مڑا۔

"ہیلو ایلوس —" مشاہد نے بھی مسکرا کر کہا۔

"ہائے بابو — ہائے مشیل" وہ بہت دھیما اور مدھم تھا۔

"لونگ ٹائم نو سی — کہاں تھے؟"

"آئی وازاِن دے آرمی یُو نو — نیشنل سروس"

وِکی ہر پیمانے سے ایک خوش شکل نوجوان تھا اور اُن کا کالج میٹ تھا۔ لڑکیاں پر بیوقوف مکھیوں کی طرح مرتی تھیں بلکہ پھر زندہ ہوتی تھیں اور بار بار مرتی تھیں اس لئے نہیں کہ وہ ہینڈسم تھا بلکہ اس لئے کہ اس کی شکل ایلوس پرسلے سے حیرت طور پر مشابہہ تھی۔ وِکی صرف وہی کپڑے پہنتا جو ایلوس اپنے تازہ ترین شو میں کرتا اور اس کے بال اور قلمیں ہوبہو ایلوس کی کاپی تھیں۔ اُن دنوں ہر دوسرا ایلوس تھا لیکن وِکی اُن سے مختلف تھا... پہلی نظر میں واقعی دھوکا ہوتا تھا اور یوں لڑکیوں کی نوجوانی سے نچڑتی اور خواہشوں سے بھری ہنسی کے ساتھ جب فرمائش شیک اِٹ ایلوس — تو وِکی ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر — ذرا جنسی انداز میں منہ اپنے نچلے دھڑ کو جو چُست سنہری پتلون میں ہوتا، ذرا شیک کرتا — ایک ایلوس ٹھمکا لگاتا تو لڑکیوں کی چیخیں نکل جاتیں۔

"شیک اِٹ ایلوس —" مشاہد نے پرانی فرمائش دوہرائی۔

وِکی نے اپنے بالوں پر ایسے ہاتھ پھیرا جیسے وہ اب بھی پچھلے دنوں کی طرح گھنے ہوں، پھر کمر پر ہاتھ رکھ کر کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کہنے لگا" نہیں مشیل۔ اب

"کیوں؟" بابو کی حیرت بجا تھی، پہلے تو وہ اس فرمائش کا منتظر رہتا تھا۔

"وقت بدل چکے ہیں" وِکی پھر مدھم آواز میں بولا "میں نے دو برس فوج میں
ارے ہیں — اب نہیں —" اور وہ جلدی سے اُن سے ہاتھ ملا کر بالوں پر ہاتھ پھیرتا
لیا۔

وہ دونوں بھی چلنے لگے... کچھ دیر سر جھکائے اپنے آپ میں سوال جواب کرتے
ئے... انہیں دریائے ٹرینٹ کا پہلا پُل نظر آیا جس کے نیچے رواں پانی اس روشن دن میں
گدلے اور مٹیالے تھے۔ "کیا وقت سے ہم اتنے بدل جاتے ہیں مشیل —" بابو وِکی
ردِ عمل پر بہت اپ سیٹ تھا "یہ منتظر رہتا تھا کہ کوئی اسے شیک اِٹ ایلوس کہے اور...
یا وقت ہمیں بدل دیتا ہے یا ہم خود — وقت کو بدل دیتے ہیں"

"پتہ نہیں —"

"نہیں بابا تم جانتے ہو... کئی بار تم بہت اونچی بات کرتے ہو جہاں تک میں نہیں
نچ سکتا... اور میں چُپ رہتا ہوں... کیا ہم بھی بدل جائیں گے مشیل —"

اُس روشن اور چمکیلے دن میں یہ بہتر تھا کہ بابو وقت کی کُترن پر لکھا ہوا نہیں پڑھ
ملتا تھا...

"ہاں... ہم بھی یوں نہ ہوں گے جیسے آج ہیں —"

"لیکن کیوں بابا —"

"یہ ہم ہیں بابو —"

"ہم ہیں؟" بابو کے چہرے پر حیرت اور بے یقینی شکنیں کاڑھتی گئی۔

"ہاں — یہ صرف ہم اور ہم ہیں... لمحۂ موجود میں — اب — نوٹنگھم کے
رابن ہڈ کاسل کے سائے میں، لمبے سیاہ اونی سکارف اس گیلی سرد سمر میں ہمارے قدموں
میں اُلجھتے ہوئے... اپنے نیلے سوٹوں میں، یہ صرف ہم ہیں۔ ابھی گرمیوں کا آغاز ہے اور
دریا کے کنارے جو چیری کے درخت ہیں اُن کی سیاہ شاخوں کو اگر تم بہت غور سے دیکھو
اور بہت دھیان سے مسلسل تکتے رہو تو تم دیکھو گے کہ ان پر جو سفید دھبّے ہیں جیسے شیشے
پر پارے کے قطرے ٹھہرتے ہیں، ابھی کچھ دنوں میں... ذرا ٹھہر کے... حدت ہو گی اور پھر
یہ پھوٹیں گے اور کھلیں گے — لیکن یہ اب لمحۂ موجود میں بھی کھل سکتے ہیں اگر تم
چاہو... اور ان میں سے ایک شگوفہ تمہارے قدموں میں گر سکتا ہے —"

اور ایک شگوفہ بابو کے قدموں میں جہاں لمبا سیاہ سکارف اُلجھتا تھا گرا۔

"اس لئے کہ یہ ہم ہیں بابو — ٹرنیٹ کی مٹیالی اور گدلی سطح پر کیا تیرتا ہے کچھ بھی نہیں... سوائے اس کے کنارے بیٹھے لوگوں کی متلاشی نظروں کے... مسلسل دیکھتے ہیں تو اُن کی نظریں اس پر تیرتی ہوئی دور تک جاتی ہیں اور وہ مغلوب ہو جاتے ہیں کہ ہماری نظریں کہاں جا رہی ہیں۔ ہم وہاں تک نہیں جانا چاہتے جہاں تک ہماری نظریں ہمیں لے جا رہی ہیں... وقت کی کُترن پر آنکھ جھپکنے سے منظر بدلتے ہیں... اگر تم پورے یقین سے چاہو تو ٹرنیٹ کی اس روانی پر... اس کی سطح پر چھوٹی چھوٹی کھلونا بادبانی کشتیاں بھی تو تیر سکتی ہیں... سیل بوٹس بابو... لمحۂ موجود میں ظاہر ہو سکتی ہیں تمہارے سامنے — اگر تم چاہو... کیونکہ یہ ہم ہیں"

چھوٹی چھوٹی کھلونا نما بادبانی کشتیاں ٹرنیٹ کے گدلے پانیوں پر، کچھ یہاں، کچھ وہاں — تیرنے لگیں۔ اور اگر کوئی دیکھ سکتا تو چیری کا ایک شگوفہ جو سائز میں ان بادبانی کشتیوں سے کئی گُنا بڑا تھا اور وہ ایک سفید مہک والے بادبان کی طرح تھا اُن کے پہلو میں تیرتا جاتا تھا۔

"بابا ایسا مت کرو کہ میری نظر کو دھوکہ ہوتا ہے — ایسا مت کرو"

"میں کچھ نہیں کر رہا بابو — یہ تو تم خود ہو"

جیسے پانی پر بلبلے خاموشی سے اپنے وجود کا کوئی نشان چھوڑے بغیر بجھ کر عدم میں چلے جاتے ہیں ایسے وہ بادبانی کشتیاں تھیں... ایک ایک کر کے وہ ابھی تھیں... ابھی نہیں تھیں۔

وہ گئے اور موجود میں واپس آ گئے۔

"آج تمہارے واسطے ایک سرپرائز ہے۔ ایسا سرپرائز ہے کہ تمہارا ہوش گم ہو جائے۔ لیکن اس سے پہلے ابھی ابھی تم نے ہوش گم کر دیا ہے رِشی بابا۔ میری نظر کو دھوکہ ہوا تھا کہ... چیری بلاسمز کھل چکے ہیں۔ میں آنکھ جھپکتا ہوں تو کچھ دکھائی دیتا ہے اور پھر جھپکتا ہوں تو کچھ اور دکھائی دیتا ہے۔ مجھے اپنی آئی سائٹ ٹیسٹ کروانی چاہیے ٹرنیٹ کے واٹرز پر سیلز بوٹس... اتنی چھوٹی کہ ہاتھ میں آ جائیں — ہیری بیلا فونٹے کا "ریڈ سیلز اِن دے سَن سیٹ" سامنے آ گیا بابا — یہ کیا تھا؟"

"ہم —"

"یہ ہم تو ہیں —" بابو نے دانائی سے سر ہلایا "اپنے سنڈے بیسٹ میں، دریا

زیٹ کے کنارے اور یہ لمبے سکارف۔ یہ تمہارا آئیڈیا تھا، ہم چلتے ہیں تو ہمارے پاؤں میں آتے ہیں... یہ ہم تو ہیں..."

دریائے ٹرنیٹ کے جتنے پُل تھے اُن کے نیچے سے — واقعی بہت سا پانی بہہ چکا تھا اور اس پانی کے ساتھ مشاہد کی زندگی کے بہت سارے اولین لمحے، معصومیت اور نہ جاننے کے لمحے بہہ چکے تھے اور اب وہ بہت کچھ جانتا تھا اور نہ جاننے میں جو گرم کشش ہے اسے کھو چکا تھا۔ آن دیکھے کو دیکھ لینے کے بعد — تھکاوٹ اور پژمردگی کے سوا اور کیا تھا... ان پانیوں میں اس کے چار برس بہہ چکے تھے...

"سرپرائز کیا ہے بابو؟"

"پہلے یہ سینڈوچ کھاؤ:" اس نے جیب میں سے ایلومینیم فائل میں پیک کیا ہوا ایک سینڈوچ نکالا اور اس کا نصف پورشن مشاہد کی طرف بڑھا دیا" نہیں، اس میں ہیم وغیرہ نہیں، کھالو"

دریا کنارے — دھوپ کو ترسے ہوئے بدرنگ بدن جن کی نیم برہنگی میں کوئی جاذبیت نہ تھی جو خون میں کوئی گرم سنسنیہ بھیجتی۔

سینڈوچ ختم کرنے کے بعد بابو نے اطمینان سے منہ پونچھا اور سگرٹ سلگا کر مسکرانے لگا" بابا... آج دیوالی ہے"

"اچھا —"

مشاہد یہ کیسے فیصلہ کر لیتا کہ اس کا ردعمل کیا ہو گا... وہ ایک الگ تہذیبی خطے سے تعلق رکھتا تھا جہاں دوسرے عقیدوں میں مسرت اور شادمانی کے جو دن ہوتے ہیں اُن کا اُسے کوئی تجربہ نہ تھا۔ چنانچہ اس نے صرف "اچھا" کہا اور بابو کے چہرے پر اپنا ردِ عمل تلاش کیا...

"بابا دیوالی —" بابو نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس طرح پھڑپھڑائے جیسے اُڑنے کو ہو" ہیپی دیوالی بولو —"

"ہیپی دیوالی ٹُو یو سر —" مشاہد بالآخر واضح ہو کر مسکرانے لگا "سو اِٹس دیوالی — تو اسے کیسے منایا جائے۔ میں نے تو یہی سنا یا پڑھا ہے کہ بنیا لوگ دیوالی کے موقع پر چراغاں کرتے ہیں — اور کیا کرتے ہیں؟"

"تم نے ٹھیک سنا ہے بابا... اور ہم پٹیل ہیں اور ہم کو بنیا لوگ مت بولو — ہم

دیئے جلاتے ہیں اور آج بھی جلائیں گے۔ جوا کھیلتے ہیں، شراب پیتے ہیں اور
کھاتے ہیں... لیکن آج ایک اور سرپرائز ہے بابا" بابو اس سرپرائز کا اعلان کرنے سے پہلے
اسے دیکھ چکا تھا — اور ادھر ہی دیکھ رہا تھا...

ٹرنیٹ کے بالکل کنارے پر جو سفید آہنی بنچ تھا اُس پر... آف وہائٹ بلاؤز
کارڈیگن اور پلیٹ والے سیاہ سکرٹ اور ہائی ہیل شوز میں... نیم گھنگھریالے بالوں اور
سیاہ آنکھوں والی — سرپرائز۔

"میں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں مشیل —"

"اچھا —" اس نے ایک مرتبہ پھر کہا اور صرف اس لئے کہا کہ اب وہ
ردعمل بخوبی جانتا تھا لیکن ظاہر نہیں کر سکتا۔

کیونکہ — وہاں ٹرنیٹ کے کنارے سفید آہنی بنچ پر — کوئلہ سیاہ آنکھوں وا
کویتی لڑکی فاطمہ اپنے ہاتھوں کو بے چینی سے ملتی تھی... اور ادھر دیکھتی تھی۔

"تم فاطمہ کو جانتے ہو ناں؟"

فاطمہ کو اس شہر میں کون نہیں جانتا تھا — اور کیا کیا کچھ نہیں جانتا تھا۔

اوہ وہ — مشاہد — بابو کو جانتا تھا۔

بابو — یعنی بابو راؤ پٹیل چھوٹے قد کا اور غلافی آنکھوں والا ایک ہندو بچہ تھا
اپنے آپ کو ہندوستانی کہنے پر خفا ہو جاتا تھا۔ وہ یوگنڈا کی پیداوار تھا اور ایسٹ افریقن کو
پسند کرتا تھا۔ اور اُسے افریقی لینڈ سکیپ آب و ہوا اور تہذیب سے پیدائشی کہ وہ وہیں پیدا
ہوا تھا ایک فنا کر دینے والا عشق تھا... وہ یوگنڈا کے فضائل بیان کرتا نہ تھکتا تھا۔ اگر
نوٹنگھم کالج میں ہی اکاؤنٹینسی کا طالب علم تھا لیکن ان دونوں کی باقاعدہ ملاقات اگر ہوئی
جوائے کی ایک سیٹرڈے نائٹ پارٹی میں ہوئی — وہ پارٹی ایک مکمل ڈیزاسٹر تھی... بہت
لڑکے آئے اور اُن میں ایک شوکت ہینڈسم بھی تھا... اور جوائے کے علاوہ وہاں مختلف
وجوہات کی بنا پر ایک بھی لڑکی موجود نہ تھی.. اور یہ گے زمانے نہیں تھے کہ لڑکوں کے
ساتھ ہی شغل میلہ کر لیا جائے اس لیے تمام لوگ پہلے تو اپنے آپ کو مشروبات سے
گرماتے رہے اور پھر کلف رچرڈز کے تازہ ترین "ڈیانا" پر جھومتے رہے کہ "آئی ایم
ینگ اینڈ یُو آر سو اولڈ" — اور پھر ذرا قنوطیت طاری ہوئی تو "ہینگ ڈاؤن یور ہیڈ
ڈُولی — ہینگ ڈاؤن یور ہیڈ اینڈ کرائی —" صرف اس لیے کہ اگلی صبح نام ڈُولی کو بھا

کے پھندے کا سامنا تھا — لیکن پھر ہر سُو یاسیت چھا گئی۔ جوائے نے ہر مہمان کو ذاتی توجہ سے نوازا لیکن ایک لڑکی چاہے وہ کتنی ہی لبرل کیوں نہ ہو صرف ایک ہوتی ہے اور سات لڑکوں کو بیک وقت خوش رکھنا جسمانی طور پر اس کے لیے ناممکن ہوتا ہے اس لیے — ہر سُو یاسیت چھا گئی... مشاہد جمائیوں میں خود کفیل ہونے کے بعد گھر جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس کے کانوں نے ایک سحر انگیز دُھن سنی جو کمرے سے باہر بالکونی کی طرف سے سرد ہوا کی رفاقت میں اندر آ رہی تھی۔ وہ اپنا گلاس اُٹھا کر باہر چلا گیا — بابو راؤ پٹیل ٹھنڈے یخ فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اور اس کی گود میں ایک پرانا بینجو تھا جس کے تاروں کو وہ مضراب سے چھیڑتا چلا جاتا تھا اور اُن میں سے مشاہد کے بچپن کی یادیں دل کو مٹھی میں لے لینے والے سریلے پن سے نکلتی تھیں... ون ٹو — ون ٹو تھری... گھر آیا میرا پردیسی یاد ہے میرے بچپن کی — اور بینجو کی تاروں پر جھکا ہوا لاپرواہ بابو راؤ پٹیل نہیں جانتا تھا کہ مشاہد کتنی دیر سے مبہوت کھڑا سردی سے کپکپاتا اُسے سن رہا ہے... ایک مقام پر وہ بائیں ہاتھ کی اُنگلیوں میں خاموشی سے راکھ گراتے سگرٹ کا ایک کش لینے کے لیے رُکا تو مشاہد نے اس کے کندھے کو چھُوا — "واہ —"

بابو نے اپنی غلافی آنکھیں اُٹھائیں، اسے دیکھا اور پھر بینجو کے تاروں پر جھُک گیا... آوارہ ہوں.. ٹُوں ٹیں... ٹیں — یا گردش میں ہوں — اِس گانے نے مارکوپولو سے زیادہ سفر کیا تھا۔ ماسکو کے ریڈ سکوئر میں جشن کی راتوں میں اکارڈین پر یہی گیت پسندیدہ تھا اور استنبول کے تقسیم میں بھی تُرک لبوں سے اور شیریں لبوں سے بھی اسی نغمے کے بول نکلتے تھے... نصیب اِسی کو کہتے ہیں کہ ایک درمیانے درجے کے گلوکار کا گیت گلوب کے کس کس کارنر میں پہنچتا ہے اور گلوب کے کارنر کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ عظیم گلوکاروں کو اُن کے ملک سے باہر کوئی بھی نہیں جانتا... اور اس نو بجکھم 60ء میں جوائے کی بالکونی پر غلافی آنکھوں والا ہندو بچہ اپنے بینجو پر اِسی نغمے کو الاپ رہا تھا... گھر بار نہیں سنسار نہیں... مجھ کو کسی سے پیار نہیں...

"کیا تم... یہ ہوا یہ رات یہ چاندنی — بجا سکتے ہو؟"

بابو نے سر اُٹھا کر اسے ایک نظر دیکھا اور پھر بینجو کی چند تاریں چھیڑنے کے بعد بولا "نہیں —"

"یا پھر... یہ رات یہ چاندنی پھر کہاں...."

رات تو تھی۔ اور بابو کے بینجو میں سے اداس سُروں کی چاندنی بھی نکلنے لگی
اُسی لمحے جوائے باہر آ گئی — "بوائز تم اس سٹنگ پارٹی میں بور تو نہیں ہو رہے
ہو رہے ہو تو — میرے پاس اور صرف میں ہی ہوں، ایک نسخہ ہے۔"

"نو تھینکس —" مشاہد جانتا تھا کہ اس کے پاس ہر درد کی دوا کیا ہے۔

"جیسے تمہاری مرضی — شائد تم ایک دوسرے کو نہیں جانتے — مشاہد
اِسے مشیل بھی کہتے ہیں پاکستان سے — اور بابو — فرام اِنڈیا"

"نہیں" بابو نے اِس حسین آگ میں تو بھی جل کے دیکھ لے — مکمل کیا
سرہلایا "فرام ایسٹ افریقہ —"

"اوکے — فرام افریقہ —"

"ایسٹ افریقہ — یُوگنڈا"

"رائٹ —" جوائے ہنس کر چلی گئی۔

یہ غلافی آنکھوں والا ہندو بچہ مشاہد کو پسند آ گیا —

آپا جی جب بھی اس کے لیے خالص دیسی گھی میں گُندھی ہوئی پنجیری بنا کر بھیج
اور اُن کا خیال تھا کہ ولایت میں لوگ صرف اُبلی ہوئی سبزیاں کھاتے ہیں اس لیے
بدرنگ اور پھٹکارے جاتے ہیں... اور پنجیری کھانے سے جس میں کہ بادام، پستہ اور گ
گوند وافر مقدار میں ہوتے ہیں، بندے کا رنگ نکھر جاتا ہے۔ تو یہ رنگ نکھار پنجیری
دو ڈبّوں میں آتی — ایک مشاہد کے لیے اور دوسرا اس کے دوست بابو صاحب
لیے۔

اُدھر ایسٹ افریقہ سے جب کبھی مصالحے والی دالیں اور لڈّو آتے تو بابو
والدین خط میں یہ وضاحت ضروری سمجھتے کہ یہ والی پوٹلی مشاہد بیٹے کے لیے ہے اور
ہم نے خاص طور پر ایک مسلمان عورت سے بنوا کر بھیجا ہے، اپنے ہاتھ نہیں لگائے
بڑے پٹیل صاحب اور مشاہد کے درمیان ایک خفیہ خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری تھا
بیٹے تم تو ہمارے دھرم کو جانتے ہو، بابو کو گوشت نہ کھانے دینا، خاص طور پر بڑا گوشت
اس کا خیال رکھنا — اور مشاہد اُس کا کیا خیال رکھتا وہ ہمیشہ مٹن کی بجائے بیف سٹیک
آرڈر دیتا اور ہفتے کی شب خود بڑے اہتمام سے ایسٹ افریقن مصالحے ڈال کر بڑا گوشت
بھونتا اور بھونتے ہوئے اسے سونگھتا اور "جے رام جی" کہتے ہوئے مُنگر میں

کر کھانا جانا — بڑے پٹیل صاحب اس کی شادی کے بارے میں بھی فکر مند تھے...
ل کو اس کا بھی خیال رکھنے کا کہا گیا تھا۔
شاہد کو اس کا بھی خیال رکھنے کا کہا گیا تھا۔
اور فاطمہ — وہ ایک بالکل مختلف چیز تھی۔
مشاہد اس کے بارے میں بہت کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف اس لیے کہ وہ جان بوجھ
راُس کے قریب نہیں آتی تھی، لیکن وہ ہر کسی کے قریب آ جاتی تھی۔ اس کے قریب
اس لیے نہیں آتی تھی کہ وہ پاکستان سے تھا — اور مسلمان تھا۔
وہ اسے مختلف پارٹیوں پر دیکھتا اور — اسے یوں محسوس ہوتا جیسے وہ اُس کی
شتے دار ہو... وہ اس پر نظر رکھتا۔ فاطمہ کس کے ساتھ رقص کر رہی ہے — اور وہ اگر
اں لڑکے کے ہمراہ کمرے سے باہر گئی ہے تو اسے باہر گئے کتنی دیر ہو چکی ہے اور وہ ابھی
ں واپس کیوں نہیں آئی... اس کے ہاتھ میں جو اورنج جُوس کا گلاس ہے کیا اس میں
رف اورنج جُوس ہے — اگر وہ ہنس رہی ہے تو کیا زیادہ تو نہیں ہنس رہی — اس کی
ی کی زیادتی میں کیا راز ہے — وہ اپنے آپ کو بے طرح ملامت کرتا کہ اس کی نظریں
یوں اُس کا پیچھا کرتی رہتی ہیں... جب کہ وہ اس میں دلچسپی بھی نہیں رکھتا تھا... وہ کیوں
واہ مخواہ خدائی فوجدار بن رہا تھا... شائد فاطمہ بھی اس کی اس فوجداری سے آگاہ تھی... وہ
شہ اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی۔
اس نے ایک کوئی لڑکے سے — راضی احمد سے سرسری طور پر ایک لاپرواہ
انداز سے پوچھا "تمہیں بُرا نہیں لگتا جب فاطمہ غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ رقص کرتی ہے یا
باہر جاتی ہے۔"
"وہائی — " حیرت سے اس کا منہ کھل گیا "شی از ناٹ مائی سسٹر — "
اینڈ شی از ناٹ مائی سسٹر ایدر — مشاہد نے اپنے آپ کو سمجھایا — لیکن اِس
کے باوجود۔
"میں فاطمہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں مشیل — " بابو نے ایک مرتبہ پھر کہا
تمہارا کیا خیال ہے؟"
نیم گھنگھریالے سیاہ بال اور کوئلہ سیاہ آنکھیں اُنہیں اپنی جانب آتے دیکھ رہی
تھیں۔ اور جو مسکراہٹ فاطمہ کے چہرے پر بابو کو دیکھ کر پھیلی تھی وہ اس کے ساتھی پر نظر
پڑتے ہی سمٹنے لگی... کہیں اس کے اندر ایک پیمانہ تھا جو بتاتا تھا کہ مشاہد — یہ پاکستانی

تمہاری خوشی کے راستے میں دیوار بنے گا اور نامعلوم وجوہات کی بنا پر دیوار بنے گا نہیں یہ وجوہات بہت زیادہ نامعلوم بھی نہیں تھیں۔ اسے پارٹیوں میں دیکھ کر اُس کے گلاس پر نظر رکھتے مشاہد کی آنکھوں میں جو ناراضگی اور سُرخی آتی تھی وہ اس نے اپنے دادا کے خیمے میں ایک مرتبہ دیکھی تھی... جب اُن کی ہمشیرہ نے قبیلے سے باہر ایک نوجوان سے شادی کی خواہش کی تھی — لیکن میرے دادا کا — اور اِس کمبخت پاکستانی کا کیا ہے —

آنکھ جھپکتا ہوں تو کچھ دکھائی دیتا ہے اور پھر جھپکتا ہوں تو کچھ اور دکھائی دیتا ہے شفق کی سُرخی میں رنگی ہوئی سُرخ بادبانوں والی کشتیاں —

اور یہ ہم ہیں بابو —

لیکن اس کے باوجود بابو ایک غلافی آنکھوں والا — ہندو تھا۔

ہیپی دیوالی —

"حرام کھاؤ گے۔ تمہیں گوروں کا حرام کھانا منظور ہے... اوئے تمہاری بھرجائی نے تمہاری کیا کیا خدمتیں نہیں کیں... مسور چاول اس نے کھلائے، بینگن گوشت بھون بھون کر اس نے کھلائے... اور کوفتے، کرکٹ کی گیند جتنے بڑے بڑے کوفتے اس نے تمہارے لیے پکائے اور اب ہماری خدمتیں بھول کر مجھے جواب دے کر گوروں کا حرام کھانے رہے ہو —"

شوکت ہینڈسم کے نتھنوں میں سے بھاپ نکل رہی تھی اور وہ بار بار اپنے گنج کو مایہ کو رومال سے پونچھتا تھا۔ وہ مسور چاول، بینگن گوشت اور کرکٹ کی گیند جتنے کوفتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑی آسانی سے فراموش کر گیا تھا کہ وہ اِن حلال خوراکوں کی باقاعدہ قیمت وصول کرتا تھا اور کچھ زیادہ ہی وصول کرتا تھا۔

"اور جب تمہارے اس بابو نے... ہندو نے... ہمارے کچن میں سور کا گوشت پکایا اور ہمارے سارے بھانڈے پلیت کر دیئے تو میں نے کچھ کہا —"

کچھ ایسا ہوا تھا کہ بابو ایک روز کچن میں اپنا ناشتہ تیار کر رہا تھا اور جب وہ سیٹی بجا رہا تھا کہ بھرجائی صاحبہ نے اندر جھانکا "ہائے یہ کیسی بو آ رہی ہے — بابو کس چیز کا گوشت ہمارے فرائنگ پین میں فرائی کر رہے ہو —"

بابو نے سیٹی صرف ایک سیکنڈ کے لیے ملتوی کر کے "سور کا گوشت" کہا اور پھر

شام ڈھلے کھڑکی تلے تم سیٹی بجانا چھوڑ دو" کی دُھن پر سیٹی بجانے لگا۔ بھرجائی نے ایک لمبی اُبکائی لی اور مُنہ کو دبائے غسل خانے کی طرف بھاگی اور ساتھ ہی شوکت ہینڈسم وارد ہو گیا "یہ... یہ..."

"یہ بیکن ہے۔ میں ہمیشہ انڈوں کے ساتھ فرائی کر کے کھاتا ہوں.. سُور کا گوشت"

"اچھا؟" شوکت ہینڈسم نے اپنے گنج پر ہاتھ پھیرا اور ادھر ادھر دیکھ کر کہنے لگا "کیسا ہوتا ہے؟"

"چکھ لو —"

"نہیں یار — حرام ہوتا ہے۔"

"شراب بھی تو حرام ہوتی ہے —"

"اُس کی اور بات ہوتی ہے —"

اس دوران بھرجائی غسل خانے میں قے کرنے کے بعد پھر وارد ہو گئی "تواڑھا بیڑہ غرق... میرے سارے بھانڈے پلیت کر دیئے —"

شوکت ہینڈسم نے صرف اپنی بیگم کی اخلاقی مدد کے لیے تھوڑا سا واویلا کیا اور پھر کہنے لگا "کچھ نہیں ہوتا بانو۔ کلمہ پڑھ کر پھُونک دو تو سارے برتن پاک ہو جائیں گے۔ ایک ایک برتن دھو کر پھر کلمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں — یہ بھی مسئلہ ہے —"

ویسے فرائنگ پین میں بیف کے قتلے تھے...

مشاہد کو امید نہ تھی کہ اُن کے شفٹ کر جانے کے فیصلے پر شوکت ہینڈسم اتنا رنجیدہ ہو گا...

"ہم آتے جاتے رہیں گے شوکت بھائی — وہ کمرہ ذرا وسیع بھی ہے.. صاف بھی بہت ہے اور مرکز میں بھی ہے اور... سستا بھی ہے۔"

"دو چار پاؤنڈ بچانے کے لیے گوروں کا حرام کھاؤ گے۔ اُسی فرائنگ پین میں سُور تلے گی، حرام گوشت پکائے گی اور اُسی میں تمہارے لیے انڈے فرائی کرے گی تمہاری لیڈی لیڈی۔"

"لیڈی لیڈی نہیں — لینڈ لیڈی"

"وہی — دو چار پاؤنڈ کے لیے مسلمانی کو داؤ پر لگا رہے ہو —"

بحث اور غصے کے درمیان کہیں بھی شوکت ہینڈسم نے اپنے کمرے کے کرائے

میں تخفیف کرنے کی پیشکش کر کے اس کی مسلمانی کو داؤ سے اُٹھانے کی کوشش کی
اور اب وہ گولڈی کے پاس تھے۔
یہ اُن کی پہلی شب تھی...

گولڈی نے انہیں خوش آمدیدی ڈنر کے طور پر پوم فرے یعنی بہترین مچھلی سفید ساس اور آرٹی چوکس کے ساتھ سرو کی تھی اور مچھلی کے ہمراہ صرف وائن سپ کی جا سکتی ہے اس لیے ایک بوتل وِینو بلانکا —

اور اب بابو فرنچ ونڈوز کے بھاری پردوں کے قریب دبیز ایرانی قالین پر آلتی مارے بیٹھا تھا اور گود میں رکھے بینجو پر "نیور آن اے سنڈے" کی دُھن بجا رہا تھا اور کے لبوں میں انکا سگرٹ وقفوں کے ساتھ قالین پر راکھ گراتا چلا جا رہا تھا۔ چونکہ مرکزی طور پر گرم تھا اس لیے مشاہد مچھلی اور وینو بلانکا کی اندرونی آسائش میں بستر "نیور آن اے سنڈے" کی ہیروئن مالینا مرکیوری کے خدوخال اور اُس کی ہسکی آواز زبردست جنسیت پر غور کر رہا تھا... گولڈی ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ہولے سے تہذیب یافتہ دستک دیتی پھر چھت تک جاتے ہوئے سنہری ہینڈل والے دروازے کو بڑی لاڈ سے کھولتی اور ایک سنہری مسکراہٹ فلیش کرتے ہوئے پوچھتی "آر یُو انجائے یور سیلف ڈارلنگز —" اور ہر مرتبہ اس کی مسکراہٹ میں فلیش کی روشنی کچھ زیادہ اور "ڈارلنگز —" کہتے ہوئے وہ دونوں کے قریب آ کر پیار سے اُن کے گال چھُوتی۔

"بابا — دِس اِز لائف —" بابو نے ایک اور سگرٹ سلگا کر بینجو گود میں رکھ کر قالین پر رکھ دیا "ہم خواہ مخواہ دوستی یاری میں شوکت گنجے کے ہاں سنک رہے —"

"ہوں —"

"ہوں کیا یار —" بابو اُٹھ کر اس کے قریب چلا آیا "کیا رائل رُوم ہے!! چھت کے ساتھ ساتھ گولڈن پھول بُوٹا بھی بنا ہوا ہے... وِنڈسر پیلس کی طرح"

"باقی سب کچھ تو بہت اعلیٰ درجے کا ہے بابو بوائے — لیکن یہ جو گولڈی ہے یہ جس طرح ہمارے گالوں کو ہاتھ لگاتی ہے تو مجھے خدشہ ہے کہ یہ — صرف گالوں کو ہی ہاتھ نہیں لگائے گی — بس یہی گڑبڑ ہے — باقی تو ہر شے پُر ہے۔"

"نہیں بابا —" بابو نے خوش مزاجی سے اپنے خدشوں کی سرکوبی کی "بس گو

تھوڑی سی گے ہو جاتی ہے — لیکن ایسی نہیں ہے۔"

"تمہاری سہیلی ہے تمہیں معلوم ہونا چاہئے — لیکن مجھے بوڑھی عورتوں سے کوئی رغبت نہیں —"

"سنو یار —" بابو نے شاپنگ بیگ میں سے پینتالیس آر۔ پی۔ ایم کا ایک ریکارڈ نکالا اور اُسے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ایک آئینے کی طرح احتیاط سے تھاما "ایورلی برردز کا تازہ ترین..." کمرے کی بلند وسعت میں بابو کے ریکارڈ پلیئر کی تقریباً فل والیوم میں ایورلی برردز کی گٹاریں ہر شے پر ایک گہری دھمک سے دستک دینے لگیں — کیپ آن ناکنگ بٹ یُو کینٹ کم اِن... اور... کم بیک ٹو مارو نائٹ اینڈ ٹرائی اگین — مشاہد اُٹھا اور وکٹر سلوسٹر سکول سے سیکھے ہوئے راک اینڈ رول کے سٹیپس پریکٹس کرنے لگا...

"یاہ یاہ —" اس نے ملنگ بابوں کی طرح جھومتے ہوئے نعرہ بلند کیا۔

"شیک اِٹ بے بی —" بابو بھی سر ہلاتا داد دینے لگا اور پھر لہراتا ہوا اُٹھا اور بینجو گود میں رکھ کر کیپ آن ناکنگ کے ساتھ ٹیون ملانے لگا۔

مشاہد اپنے سامنے کسی خالی پارٹنر کو دیکھ دیکھ کر مسکراتا تھا اور چٹکیاں بجاتا اس کے ساتھ قدم ملاتا تھا۔

"یاہ یاہ —" بابو نے بھی زور سے نعرہ لگایا اور بینجو بجانے لگا۔

گٹاریں فل والیوم پر.. اور یاہ یاہ کے نعرے اور بینجو میوزک... کیا سماں تھا.. اِسی لئے دروازے پر جو دستک ہوئی وہ خاصی بلند تھی لیکن شور میں گم ہو گئی... جب دروازہ باقاعدہ پیٹا جانے لگا تو ان تک ایک شائبہ سا آیا کہ شاید کوئی دستک دے رہا ہے۔ اس پر ان دونوں نے "بیک آواز ہو کر گانے کے بول دوہرائے... کیپ آن ناکنگ بٹ یُو کینٹ کم اِن... دستک دیتے جاؤ لیکن تم اندر نہیں آ سکتے۔ لیکن دستک دینے والا اندر آ گیا... ان کا خیال تھا کہ گولڈی ہو گی لیکن یہ کچھ اور تھا... اک پستہ قد قدرے جھکا ہوا شخص جس کے کندھوں سے ایک کچھوا مرسی برساتی لٹکتی تھی اور سر پر کم از کم دو سائز بڑا ہیٹ جو اس کے کانوں تک آتا تھا۔ اُس کی عینک کا فریم سنہری تھا اور جب اس نے منہ کھولا تو ایک دانت بھی سنہری تھا... پرانی کچھوا مرسی برساتی، فیلٹ ہیٹ اور عینک میں سے اُس کا چہرہ تلاش کرنا دشوار ہو رہا تھا — پھر اس کی انتہائی مہین سی آواز آئی جیسے ایک شیر خوار بچے کی ہوتی ہے لیکن آواز میں جو شدید غصہ تھا وہ ایک بڑے کا تھا — "وہاٹ دے ہیل از گوئنگ